OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchiournal.com

چائلڈ میرج کی ممانعت: وفاقی شرعی عدالت کے دلائل کا تجزیاتی مطالعہ

The Prohibition of Child Marriage: An Analytical Study of the Arguments of the Federal Sharia Court

☆ **Abdul Majeed**
PhD Scholar Department of Islamic Studies, GC University Faislababd; Lecturer Al-karam International Institute Bhera

☆☆ **Dr. Humayun Abbas**
Dean Faculty of Islamic and Oriental Learning GC university Faislababd, Pakistan.

Citation:
Abdul Majeed and Dr. Humayun Abbas "The Prohibition of Child Marriage: An Analytical Study of the Arguments of the Federal Sharia Court."Al-Idrāk Research Journal, 3, no.2, Jul-Dec (2023): 242– 260.

ABSTRACT

The role of the Federal Sharia Court in the history of Islamization of laws in Pakistan is very important. The Federal Shariah Court has not only played an important role in Islamizing the laws but also has been a key position of the respected court in interpreting the Islamic laws and making them compatible with the society. The minimum age for a girl to marry in Pakistan is sixteen years. The marriage of a girl below this age is prohibited by law. Scholars in this matter are divided into two classes. One side insists on calling it a purely religious issue while the other side considers it a purely social issue. The decision of the Federal Sharia Court on this case was issued some time ago. This decision has given a new dimension to academic research. In this decision, the honorable court, reasoning from the basic principles of Islamic jurisprudence, has declared the law of prohibition of child marriage prevalent in Pakistan to be in accordance with Sharia. In this paper, the arguments established by the honorable court will be analyzed and an attempt will be made to find out on what grounds the reasoning of the court is based. To what extent is the dimension considered by the court's reasoning correct? Is the argument made by the court logical? Is there mutual uniformity in the reasoning of the court and the conclusion drawn from it? Also, these issues will be marked in the paper which can be used as a basis to move towards the solution of this problem.

Keyword: Child Marriage, Federal Sharia Court, Religion, Society, Possible Solutions

تعارف موضوع

پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے میں جن قومی اداروں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے ان میں وفاقی شرعی عدالت سرفہرست نظر آتی ہے۔ 1980ء میں اپنے قیام سے لے کر تادم تحریر بیش تر اہم قومی و ملکی ایشوز پر وفاقی شرعی

عدالت اپنے فیصلوں کے ذریعے قوم کی راہ نمائی کرچکی ہے۔ عدالت کی ویب سائٹ پر موجود معلومات کے مطابق اسے درج ذیل نوعیت کے کیسز کی سماعت اور ان میں فیصلے کا اختیار ہے:

1. کسی بھی قانون کا جائزہ لے اور فیصلہ کرے کہ وہ قانون یا اُس کی کوئی شق احکام اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔
2. حدود قوانین کے تحت ماتحت عدالتوں کے صادر کردہ فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار بھی حاصل ہے۔ وہ ان مقدمات جن میں حدود کے تحت سزادی گئی ہو اور اس سزا کی مقدار دو سال سے زائد ہو، سن سکتی ہے اور فیصلہ کر سکتی ہے۔
3. حدود کے مقدمہ میں اگر کسی کو حد کے تحت سزادی گئی ہو تو یہ عدالت اُس سزا کی توثیق اور اس حوالے سے مناسب حکم دینے کا اختیار رکھتی ہے۔
4. اختیارات نگرانی کے تحت یہ عدالت کسی بھی ایسی عدالت کی دی ہوئی سزا کا جائزہ لے سکتی ہے جو کہ حدود سے متعلق ہو۔
5. اپنے کسی دیے گئے فیصلے پر نظر ثانی کا اختیار بھی عدالت کو حاصل ہے۔

پہلی نوعیت کے کیسز کو وفاقی شرعی عدالت کی دستاویزات میں شریعہ پیٹیشن کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔[1] اسی نوعیت کے کیسز میں سے ایک کیس کم عمری کی شادی کی ممانعت کا قانون ہے جسے وفاقی شرعی عدالت میں خلاف اسلام قرار دینے کی درخواست دائر کی گئی تھی۔

کیس کا خلاصہ اور اہم نکات

فاروق عمر بھوجا ولد عمر بھوجا نے وزارت قانون و انصاف کے ذریعے فیڈریشن آف پاکستان کے خلاف درخواست دائر کی کہ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 1929ء کے سیکشن: 4،5،6 کو خلاف اسلام قرار دینے کی درخواست دائر کی۔ درخواست گزار نے اپنے موقف کے حق میں درج ذیل احادیث سے استدلال کیا:

1. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی بخاری میں مذکور روایت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں وہ رخصت ہو کر آئیں تو ان کی عمر نو برس تھی۔[2]

---

[1] Procedure Rules, Chapters; ii, iii, iv, v

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل(256ھ)، **الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ ایامہ**، (بولاق: المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ، 1311ھ)، 5:55

Muhammad Bin Ismail Al-Bukhari, *Al-Saheeh*, (Bolaq: Al-Matba-Al Kubra, 1311),5:55

2. بخاری کی ہی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت مدینہ سے تین برس قبل وفات پا گئی تھیں اور ان کی وفات کے دو برس بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی اور ہجرت کے بعد مدینہ میں جب ان کی رخصتی ہوئی تو ان کی عمر اس وقت نو برس تھی۔[1]

عدالتی فیصلہ کے اہم نکات اور دلائل

عدالت نے اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے ایکٹ کی متنازعہ شقوں کو شریعت اسلامیہ کے موافق قرار دیا اور اپنے اس فیصلہ کی بنیاد درج ذیل دلائل پر رکھی:

1. درخواست گزار کی ذکر کردہ روایتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو اصول مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ نابالغہ بچی کا نکاح ولی کے ذریعے منعقد کرنا شرعاً جائز ہے تاہم رخصتی اسی وقت ہی ہو گی جب لڑکی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے۔ دوسرا یہ کہ کسی بھی لڑکی کی رخصتی اس کی بلوغت کی عمر شروع ہونے کے بعد ہی ہو گی لیکن بلوغت کی یہ عمر مختلف ہوتی ہے جس کا انحصار لڑکی کے قبیلے اور نسل کے ساتھ ساتھ اس کی خوراک، خطے کی آب وہوا اور لڑکی کی سماجی حیثیت پر بھی ہوتا ہے۔ ان ہی دو اصولوں کو بنیاد بنا کر حکومت پاکستان نے شادی کی کم از کم عمر سولہ سال مقرر کی ہے۔
2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری میں ہی ان سے نکاح کرنا رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔
3. فقہ اسلامی میں نکاح کے مسائل میں خیار بلوغ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگر ایک نابالغہ کا نکاح اس کے خاندان کے افراد میں سے کوئی فرد کسی کے ساتھ کر دے تو اس لڑکی کو بلوغت کے بعد اس نکاح کے ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ عام حالات میں سولہ برس کی عمر ایک لڑکی کے لیے خیار بلوغ کا حق استعمال کرنے کی مناسب عمر ہے۔
4. شریعت اسلامیہ کا ایک مسلّمہ اصول ہے کہ اگر ایک مباح کام معاشرے میں کسی خرابی کا باعث بن رہا ہو تو اس مباح کام کو ریاست ممنوع قرار دے سکتی ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اہل کتاب سے نکاح کرنے سے منع کر دیا تھا حالانکہ شرعاً اس نکاح کی ممانعت نہ تھی۔
5. فقہ اسلامی کا ایک اہم اصول سد الذرائع کا ہے۔ اس اصول کے تحت بھی ریاست کو اختیار ہے کہ وہ کسی ایسے کام کو ممنوع قرار دے دے جو معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہو۔ شریعت اسلامیہ کی تاریخ میں اس کی مثال طلاق ثلاثہ سے ملتی ہے کہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیک وقت دیے جانے کی صورت میں اس لیے نافذ کر دیا تھا کہ لوگ اس معاملہ میں جلد بازی سے کام لینے لگ پڑے تھے۔ اس جلد بازی کی وجہ

---

[1] بخاری، الصحیح، 5:56

Bukhari, Muhammad Bin Ismael, *Al- Saheeh* ,5: 56

سے نکاح جیسا ایک مقدس رشتہ کھلواڑ کا شکار ہو چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشہور فیصلہ اس بات کی ایک کامل مثال ہے کہ اگر کسی قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہو تو اس کا راستہ روکنے کے لیے سد الذرائع کے طور پر قانون سازی کی جا سکتی ہے اور اس قانون کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ کم عمری میں شادی کے جواز سے معاشرے میں جو خرابیاں جنم لے رہی ہیں ان کا راستہ روکنے کے لیے سولہ سال کی عمر سے پہلے شادی کی ممانعت کا قانون بھی سد الذرائع کے اسی شرعی پہلو پر مبنی ہے۔

6. اگرچہ اکثر فقہا نابالغی کی حالت کے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں لیکن بعض ایسے فقہا بھی ہیں جن کی رائے اس کے برعکس ہے۔ ان ہی میں سے ایک ابن شبرمہ ہیں جو حضرت حاتم الاصم کے شاگرد ہیں۔ ان کے نزدیک بھی کم عمری میں کیا گیا نکاح نافذ نہ ہو گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جواز اور عدم جواز کی آراء موجود ہیں اس لیے ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

7. ڈاکٹر تنزیل الرحمان نے بھی مجموعہ قوانین اسلام میں اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے۔ ان کے مطابق یہ مسئلہ فقط مذہبی ہی نہیں بلکہ سماجی بھی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نابالغوں کی شادیاں کرنا ایک تاکیدی امر نہیں بلکہ ایک امر مباح ہے اور ریاست کا مقتدر اعلیٰ اس مباح امر کیا اجازت کو مفاد عامہ کے پیش نظر کسی بھی وقت معطل یا مقید کر سکتا ہے۔ اسلام نے مقتدر اعلی کا یہ حق تسلیم کیا ہے کہ وہ بندگان خدا کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے کے لیے بعض مباح امور کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے معطل یا ممنوع کر دے۔

8. مقاصد شریعہ میں سے ایک مقصد حفظِ نسل کا بھی ہے۔ اس مقصد کے تحفظ کے لیے لڑکی کی تعلیم اور صحت دونوں چیزیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے فقط جسمانی صحت ہی نہیں بلکہ ذہنی صحت بھی لازمی عنصر ہے۔ کسی بھی قوم میں صحت مند ذہن اور تعلیم یافتہ افراد کا ہونا اس قوم کی ترقی کی ضمانت ہوا کرتا ہے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو کم عمری کی شادی پر پابندی حفظ نسل کے اسی مقصد کے تحت شامل نظر آتی ہے۔

9. حفظ نسل کی طرح حفظ عقل بھی شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے۔ اسلامی ریاست کے کسی بھی فرد کے لیے انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر اسلامی معاشرے کے افراد کے لیے حصول تعلیم حفظِ عقل کے مقصدِ شرعی کے تحت داخل ہے۔ اس لیے ایک لڑکی کے لیے بھی تعلیم کا حصول حفظ عقل کے مقصد شرعی کو پورا کرنے کے لیے لازمی قرار پائے گا۔

10. اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک بیٹی کو بہترین تعلیم اور تربیت سے آراستہ کرنا انسان کے بہترین اعمال میں سے ایک عمل ہے۔احادیث میں مختلف پیرایوں میں اس عمل پر ابھارا گیا ہے۔ اس لیے بچی کی تعلیم میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کرنا ایک ضروری امر ہے اور کم عمری کی شادی بھی انہی میں سے ایک ہے۔[1]

حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنھا سے استدلال کا تجزیہ

کم عمری میں جوازِ نکاح کے قائلین کے نزدیک بنیادی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح کرنے کی روایت ہے جس میں بخاری کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بوقتِ نکاح عمر چھ سال اور مدینہ منورہ میں آنے کے بعد رخصتی ہوئی تو اس وقت عمر نو برس تھی۔[2]

دوسری جانب کم عمری کے نکاح پر پابندی کے جواز میں بھی معزز وفاقی شرعی عدالت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے نکاح اور رخصتی کی اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث سے نابالغی کی عمر میں ولی کی طرف سے لڑکی کے نکاح کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رخصتی تب ہو گی جب لڑکی بالغ ہو جائے گی اور بلوغ کی یہ عمر مختلف ہوتی ہے۔شرعی عدالت کے الفاظ یہ ہیں:

> "The second principle is that the Rukhsati of the girl or consummation of marriage in such marriage should be made after the attainment of adulthood by the girl. This age varies, because it is a settled medical principle that the age at which a girl can be said to be "medically adult for marriage" varies. It depends on the cast, creed of the girl, weather conditions of that area where that girl lives and brought up, the diet she takes and also the social economic condition of the family, etc. "[3]

> ترجمہ: مسلم شریف کی حدیث نمبر:3896 جس کا درخواست گزار کی طرف سے حوالہ دیا گیا اور اسی پر دعویٰ کی بنیاد رکھی گئی ہے یہ حدیث اس طرح کے عقدِ نکاح کے لیے دو اصولوں پر مشتمل ہے۔۔۔ پہلا اصول یہ ہے کہ نابالغہ لڑکی کا عقدِ نکاح اس کے ولی کی طرف سے بھی کیا جا سکتا ہے۔۔۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح میں لڑکی کی رخصتی یا نکاح سے استمتاع لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد ہی ہونا چاہیے۔یہ عمر مختلف ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ایک طے شدہ طبی اصول ہے کہ وہ عمر جس میں ایک لڑکی کو طبی طور پر شادی کے لیے بالغ قرار دیا جا سکے وہ مختلف ہوتی رہتی ہے۔

---

[1] Shariat Petition No.10/1 Of 2020

[2] بخاری، الصحیح، 5:55

Bukhari, Al-Saheeh, 5:55

[3] Shariat Petition No.10/1 Of 2020, Page:4

اس کا انحصار لڑکی کی ذات، نسل، جس علاقے میں لڑکی رہتی ہے اور جہاں وہ پلی بڑھی ہے وہاں کی موسمی صورت حال، اس کی خوراک اور اس کے خاندان کی سماجی و معاشی حیثیت پر ہوتا ہے۔

اس سے اگلے پیراگراف میں عدالت نے بیان کیا ہے کہ پاکستان میں شادی کی کم از کم عمر سولہ سال مقرر کیا جانا مذکورہ بالا دو اصولوں کی بنیاد پر ہی ہے۔[1] محل نظر امر یہ ہے کہ جب معزز شرعی عدالت کے نزدیک ولی کی طرف سے نکاح قبل از بلوغ اور رخصتی بعد از بلوغ حدیث پاک سے ثابت ہے اور بلوغ کی یہ عمر ہر لڑکی میں مختلف ہو سکتی ہے تو پاکستانی قانون میں بلوغ کی عمر سولہ سال یا کوئی اور مقرر کرنا اور ہر کیس میں اسی کو ہی پیش نظر رکھنا سنت کی صریح خلاف ورزی ہے جو کہ پاکستانی آئین کی رُو سے بھی درست نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خود وفاقی شرعی عدالت کے اس ضابطہ کی بھی خلاف ورزی ہے جس کے مطابق خود عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ وہ کسی بھی قانون کو فقہی آراء سے قطع نظر فقط قرآن و سنت کی روشنی میں ہی جائز یا ناجائز قرار دے سکتی ہے۔

مذکورہ فیصلہ میں معزز عدالت کا سنت سے ثابت شدہ امر پر دیگر فقہی دلائل کو ترجیح دینا عدالت کی آئینی حدود اور ضابطہ کے بھی صریحاً خلاف ہے۔

اس مقام پر عدالت کی تصریحات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب کم عمری میں بلوغت کی علامات ظاہر ہونے سے قبل ولی کی طرف سے لڑکی کا نکاح جائز ہے تو پھر پاکستانی قانون میں اس پر پابندی لگانا اور اس کے خلاف سختی برتنا بھی سنت کی رُو سے بعید از صواب دکھائی دیتا ہے۔

عدالت کے طرزِ استدلال سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کے مطابق اصل پابندی اس بات پر ہونی چاہیئے تھی کہ اگر لڑکی کی ظاہری صحت ازدواجی معاملات کے لیے بہتر نہیں ہے تو اس کی رخصتی نہ ہونی چاہیئے۔ یہ معاملہ ہر لڑکی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ شاذ و نادر ہی یہ صورت حال درپیش ہوتی ہے۔ ایسے میں پورے ملک میں نکاح پر ہی پابندی عائد کر دینا درست نظر نہیں آتا۔ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر صغیرہ ازدواجی معاملات کی طاقت نہ رکھتی ہو تو اسے اس کے شوہر کے سپرد نہ کیا جائے گا اور یہ چیز کسی خاص عمر کے ساتھ مقرر نہیں ہے بلکہ اس کا تعین قاضی کے سپرد ہو گا کہ وہ لڑکی کے جسمانی طور پر کمزور ہونے یا تندرست ہونے کے مطابق اس کی رخصتی کی اجازت دے گا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

"وَقَدْ صَرَّحُوا عِنْدَنَا بِأَنَّ الزَّوْجَةَ إِذَا كَانَتْ صَغِيرَةً لَا تُطِيقُ الْوَطْءَ لَا تُسَلَّمُ إِلَى الزَّوْجِ حَتَّى تُطِيقَهُ. وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ غَيْرُ مُقَدَّرٍ بِالسِّنِّ بَلْ يُفَوَّضُ إِلَى الْقَاضِي بِالنَّظَرِ إِلَيْهَا مِنْ سِمَنٍ أَوْ هُزَالٍ"[2]

---

[1] Shariat Petition No.10/1 Of 2020, Page:4

[2] ابن عابدین شامی (1252ھ)، **ردالمحتار علی الدر المختار**، (بیروت: دار الفکر، 1992ھ)، 3:204

Ibn ʻAbdīn, (1252 Ah) *Rad Al-Muḥtār ʻalā Al- Dur Al-Mukhtār*, (Beirut: Darul Fikr 1992), 3:204

ترجمہ: ہمارے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر بیوی کم سن ہو جو ہم بستری کی طاقت نہ رکھتی ہو تو اسے اس وقت تک شوہر کے سپرد نہ کیا جائے گا جب تک وہ اس قابل نہیں ہو جاتی۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ چیز کسی خاص عمر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ قاضی کے سپرد اس میں غور و فکر کرنے کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ لڑکی کی جسمانی تندرستی یا کمزوری کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

نکاحِ صغیرہ کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت قرار دینے میں استدلال کا تجزیہ

وفاقی شرعی عدالت نے نکاحِ صغیرہ کو رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں شمار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ عدالت نے اس کے آخر میں معارف القرآن از مفتی محمد شفیع عثمانی کا حوالہ دیا ہے۔[1] لیکن معارف القرآن کے ذکر کردہ صفحات میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کے ازدواجی معاملات میں بعض شرعی خصائص کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن کم عمر زوجہ سے نکاح کو بطور خصوصیت ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ سراسر عدالت کا اپنا اجتہاد ہے جس کا بعید از صواب ہونا اظہر من الشمس ہے۔ قرآن و سنت میں ایسی کوئی دلیل اشارتاً یا کنایتاً موجود نہیں ہے جس سے نکاحِ صغیرہ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہونا معلوم ہوتا ہو۔ علاوہ ازیں اگر عدالت کا یہ بیان درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر خصائصِ نبویہ سے امت کے لیے اصول و قواعد اخذ کرنا درست نہیں ہو گا جو کہ عدالت نے نکاحِ صغیرہ کے ضمن میں ابتدا میں بیان کیے ہیں۔ اس لیے یہ ایک بنیادی غلطی ہے جو عدالت کے اس طرزِ استدلال میں موجود ہے۔ ڈاکٹر سلیمان الاشقر خصائصِ رسول ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والمعتمد أن الأصل في الفعل عدم الخصوصية، وأنه لا تجوز دعوى الخصوصية بغير دليل، كما سيأتي إيضاحه إن شاء الله. وكذلك لو كانت الدلالة ضعيفة وأمكن التخلّص منها. وسبب ذلك أن الخصوصية خلاف الأصل، لأنه - صلى الله عليه وسلم - مبعوث قدوة وداعياً بفعله وقوله كما تقدم. فأفعاله هي للاقتداء، والخصوصية تمنع الاقتداء"[2]

ترجمہ: اور معتمد موقف یہ ہے کہ افعالِ رسول ﷺ میں اصل عدمِ خصوصیت ہے اور یہ کہ خصوصیت کا دعویٰ بغیر دلیل کے جائز نہ ہو گا جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت آئے گی یوں ہی خصوصیت کا دعویٰ جائز نہ ہو گا اگر خصوصیت پر دلیل ضعیف ہو اور اس دلیل کا رد ممکن ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خصوصیت کا ہونا خلافِ اصل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے قول و فعل سے راہ نما

---

[1] Shariat Petition No.10/I Of 2020, Page:4

[2] محمد سلیمان الاشقر، افعال الرسول ودلالتها على الاحكام الشرعية، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ 1424ھ)، 1:269

Muhammad Suleman Al-Ashqar, *Afaal-Ul-Al Rasool*, (Beruit: Al-Risalah, 1424),1: 269

ئی کرنے والے اور ایک داعی کے طور پر مبعوث کیے گئے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے افعال برائے اقتدا ہیں جبکہ خصوصیت کا دعویٰ کرنا آپ ﷺ کی اقتدا کے مانع ہے۔

کسی بھی امر کے حضور ﷺ کے خصائص میں شمار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں یا تو قرآن مجید کی نص قطعی ہو یا رسول اللہ ﷺ نے خود اس امر کی تصریح فرمادی ہو یا اس پر اجماع امت ہو۔[1] اور نکاحِ صغیرہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر مذکورہ دلائل میں سے کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے۔

خیار بلوغ کے اصول سے استدلال کا تجزیہ

وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ کے صفحہ نمبر چار پر یہ لکھا ہے کہ فقہ اسلامی میں خیار بلوغ کا ایک اصول بھی موجود ہے۔ جس نابالغہ کا نکاح اس کے ولی نے کر دیا ہو تو اس لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس نکاح کو برقرار رکھے یا رد کر دے۔ عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ اس اختیار کو استعمال کرنے کی موزوں عمر بھی سولہ سال ہے۔

خیارِ بلوغ کی یہ بحث صرف فقہ حنفی میں ملتی ہے۔ دیگر مذاہب فقہ کے نزدیک باپ دادا کے علاوہ کسی کو بھی نابالغہ کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس لیے ان کے ہاں خیارِ بلوغ کی بحث نہیں ملتی۔ شرعی عدالت کے استدلال میں درج ذیل بنیادی خامیاں پائی جاتی ہیں:

1. خیار بلوغ کا یہ اصول فقہ حنفی سے لیا گیا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اسے ان تمام شرائط کے ساتھ لیا جائے جو فقہ حنفی میں اس کے لیے مقرر کی گئی ہیں جبکہ شرعی عدالت نے اس چیز کو نظر انداز کر دیا ہے۔ شرعی عدالت کے ذکر کردہ پیرا گراف کے مطابق لڑکی کو کسی بھی فیملی ممبر اور ولی کی طرف سے کیے گئے نابالغی کے نکاح کو رد کرنے کا اختیار ہے حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق باپ اور دادا کے کیے گئے نکاح کو لڑکی رد نہیں کر سکتی۔ نیز فقہ حنفی میں اس اختیار کو استعمال کرنے کی کوئی خاص عمر مقرر نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق جسمانی بلوغت کے ساتھ ہے۔ جسمانی طور پر بلوغت کی علامات ظاہر ہونے کے بعد لڑکی اس نکاح کو قبول یا رد کرنے کا اختیار رکھتی ہے جو اس کی نابالغی کی عمر میں اس کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کر دیا ہو۔
2. دوسرا سقم اس استدلال میں یہ ہے کہ عدالت نے جب نابالغی کے نکاح کو سرے سے ہی ناجائز اور غیر قانونی قرار دے رکھا ہے تو پھر اس کے بعد خیار بلوغ کو تسلیم کرنا اور اس سے استدلال کرنا سراسر بے فائدہ ہے۔ اس صورت میں دلیل اور مدلول دونوں میں منافات واضح ہے۔

---

[1] محمد سلیمان الاشقر، **افعال الرسول**، 1:269

Muhammad Suleman Al-Ashqar, *Afaa-Ul-Al Rasool* ,1:269

3. عدالت نے خیار بلوغ سے استدلال کے دوران سولہ سال کی عمر کو معقول قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ ہر کیس میں یہ عمر مختلف ہو سکتی ہے۔ معزز عدالت کے الفاظ یہ ہیں:

‘‘Under normal conditions 16 years of age is reasonable age for a girl to use this right of Khiaar-ul- Blugh, but it may vary in each case”[1]

جب معزز عدالت نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ہر کیس میں یہ عمر مختلف ہو سکتی ہے تو پھر اس کے لیے سولہ سال کی عمر کو ہی حتمی طور پر مقرر کرنا کہاں سے درست ہو سکتا ہے؟

مباح سے ممانعت کے اصول سے استدلال کا تجزیہ

صفحہ نمبر پانچ پر عدالت نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ایک مباح کام سے اگر معاشرے میں خرابی اور فساد پیدا ہو رہا ہو تو اس مباح کو حاکم کی طرف سے ممنوع قرار دے دینا بھی شریعت میں جائز ہے اور کم عمری کی شادی ایک ایسا امر ہے جس سے معاشرے میں صحت کے مسائل زیادہ سامنے آرہے ہیں۔ اس لیے اسے بھی ممنوع قرار دے دینا عین شریعت کی منشا کے مطابق ہے۔ اس حوالے سے عدالت نے دورِ فاروقی میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی مثال دی ہے جو کہ شرعاً تو جائز تھا لیکن ایک مصلحت اور حکمت کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمادیا۔ اسی کے پیش نظر شادی کے لیے کم از کم سولہ سال کی عمر کا تعین بھی اسی حکمت اور شرعی اصول پر مبنی ہے۔

معزز شرعی عدالت کا یہ استدلال بھی اپنے اندر متعدد وجوہ سے سقم رکھتا ہے۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی ممانعت کے مسئلہ پر سولہ سال سے کم عمر لڑکی کے نکاح کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح نہ کرنے میں معاشرے میں کسی قسم کا مفسدہ یا خرابی پیدا نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی ان سے نکاح نہ کرنے میں کسی نوعیت کی بے راہ روی جنم لے رہی تھی۔ جبکہ سولہ سال سے کم عمر بچیوں کے نکاح پر پابندی کی وجہ سے معاشرے میں ناجائز تعلقات کا ایک طوفان برپا ہے جو تعلیمی اداروں تک کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اس پہلو پر بحث کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ مصلحت کا مفہوم واضح کیا جائے۔ عموماً مصلحت کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس میں بظاہر عوام کی بھلائی اور فائدہ ہو۔ لیکن امام غزالی علیہ الرحمۃ اس مفہوم کی نفی کر کے مصلحت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أَمَّا الْمَصْلَحَةُ فَهِيَ عِبَارَةٌ فِي الْأَصْلِ عَنْ جَلْبِ مَنْفَعَةٍ أَوْ دَفْعِ مَضَرَّةٍ، وَلَسْنَا نَعْنِي بِهِ ذَلِكَ، فَإِنَّ جَلْبَ الْمَنْفَعَةِ وَدَفْعَ الْمَضَرَّةِ مَقَاصِدُ الْخَلْقِ وَصَلَاحُ الْخَلْقِ فِي تَحْصِيلِ مَقَاصِدِهِمْ، لَكِنَّا نَعْنِي بِالْمَصْلَحَةِ الْمُحَافَظَةَ عَلَى مَقْصُودِ الشَّرْعِ وَمَقْصُودُ الشَّرْعِ

[1] Shariat Petition No.10/I Of 2020, Page:4

مِنْ الْخَلْقِ خَمْسَةٌ: وَهُوَ أَنْ يَحْفَظَ عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَنَفْسَهُمْ وَعَقْلَهُمْ وَنَسْلَهُمْ وَمَالَهُمْ، فَكُلُّ مَا يَتَضَمَّنُ حِفْظَ هَذِهِ الْأُصُولِ الْخَمْسَةِ فَهُوَ مَصْلَحَةٌ، وَكُلُّ مَا يُفَوِّتُ هَذِهِ الْأُصُولَ فَهُوَ مَفْسَدَةٌ وَدَفْعُهَا مَصْلَحَةٌ "[1]

ترجمہ: جہاں تک مصلحت کا تعلق ہے تو یہ دراصل حصول منفعت یا دفعِ مضرت سے عبارت ہے۔ لیکن ہماری یہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ منفعت کا حصول اور نقصان دہ امور کا دور کرنا مخلوق کے مصالح میں سے ہے اور مخلوق کی مصلحت ان کے مقاصد کے حصول میں ہے۔ مصلحت سے ہماری مراد شرع کے مقصود کی حفاظت کرنا ہے اور مخلوق سے متعلق شرع کا مقصود پانچ امور ہیں: وہ یہ کہ شرع ان کے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کرے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو ان پانچ بنیادی امور کی حفاظت پر مشتمل ہو وہ مصلحت ہو گی اور جو چیز ان پانچ امور کے ضیاع کا باعث بنے وہ مفسدہ قرار پائے گی اور اس کا دور کرنا مصلحت قرار پائے گا۔

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عوام الناس کی نظر میں جو چیز مصلحت ہے اسے علی الاطلاق شریعت کا مقصود قرار دینا درست نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ جسے عوام الناس اپنے لیے مصلحت سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ چیز شریعت کی نظر میں کسی نہ کسی مفسدہ کو اپنے ضمن میں لیے ہو۔ اس لیے مطلقاً ہر عوامی مفاد کے پہلو کو شرعی مصلحت قرار دے دینا درست نہ ہو گا۔

مزید توضیح کے لیے ابن نجیم علیہ الرحمۃ کا درج ذیل اقتباس ایصال الی المطلوب کی حیثیت رکھتا ہے:

" فَإِذَا تَعَارَضَتْ مَفْسَدَةٌ وَمَصْلَحَةٌ قُدِّمَ دَفْعُ الْمَفْسَدَةِ غَالِبًا؛ <u>لِأَنَّ اعْتِنَاءَ الشَّرْعِ بِالْمَنْهِيَّاتِ أَشَدُّ مِنْ اعْتِنَائِهِ بِالْمَأْمُورَاتِ</u>" [2]

ترجمہ: لہٰذا جب مفسدہ اور مصلحت متعارض ہوں تو اکثر مواقع پر مفسدہ کے دور کرنے کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ منہیات کی طرف شریعت کی توجہ مامورات کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس میں خط کشیدہ الفاظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ مفسدہ پر مصلحت کو ترجیح دینے کی علت میں "منہیات" کا ذکر اہم ہے۔ اس کا واضح طور پر مفہوم یہی بنتا ہے کہ مفسدہ وہ ہوتا ہے جو عموماً کسی محظورِ شرعی کو

---

[1] محمد بن احمد غزالی (505ھ)، **المستصفی**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1413ھ)، 174

Muhammad Bin Ahmad Ghazali (505 Ah), *Al-Mustasfa*, (Beruit: Dar-Al-Kutub Al-Ilmiah ,1413 Ah), 174

[2] ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم (970ھ)، **الاشباہ والنظائر**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، 78

Ibn-E Nujaim Zain-Uddin Bin Ibrahim (970ah), *Al-Ashbah Wa-Al Nazair*, (Beruit: Dar-Al-Kutub Al- Ilmiah) ,78

اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہوتا ہے جبکہ مصلحت وہ ہوتی ہے جو اس محظور سے عموماً خالی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سولہ سال سے کم عمر لڑکی کی شادی پر پابندی لگانا مفسدہ قرار پاتا ہے اور اس کا جواز شرعی مصلحت قرار پاتا ہے۔ اس قانون کی وجہ سے جو مفاسد سامنے آرہے ہیں وہ اس مباح پر عمل کرنے میں پائے جانے والے مزعومہ مفسدہ سے کہیں زیادہ سنگین نوعیت کے ہیں۔ مثال کے طور پر:

1. شرعاً بالغ قرار پانے والی لڑکی کو اس کے حق اور اختیار سے محروم کرنا۔
2. ایک بالغہ لڑکی کو موجودہ حیاباختہ معاشرے میں بغیر نکاح کے چھوڑے رکھنا اسے زنا کی طرف لے جاتا ہے یا پھر گھر سے بھاگ کر شادی کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ماضی قریب میں اس طرح کی کئی مثالیں سامنے آچکی ہیں جن سے صَرفِ نظر ممکن نہیں۔
3. اس قانونی پابندی میں حقوقِ نسواں میں سے ایک بنیادی حق کی پامالی بھی پائی جارہی ہے۔ اگر شرعاً ایک بالغہ لڑکی اپنے لیے کسی لڑکے کو پسند کرلے اور اس سے ایک جائز شرعی تعلق قائم کرنا چاہے تو ہم قانونی طور پر اسے ایسا نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف اسے اس کے شرعی حق سے محروم کرنا ہے بلکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی بھی ہے کہ معاشرے کے ایک آزاد فرد کو اس کا حق استعمال کرنے سے محروم کردیا جائے

عوام پر حاکم وقت کے تصرف کی شرط

قواعد فقہیہ میں فقہاء اور اصولیین نے یہ تصریح کی ہے کہ حاکم وقت کا عوام اور رعایا پر تصرف مصلحت کی شرط کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی حاکم وقت عوام پر مختلف معاملات میں جو پابندی عائد کرے گا اس میں مصلحت کو ملحوظ رکھا جائے گا اور جس کام میں مصلحت زیادہ ہوگی اسی کو ہی فوقیت دی جائے گی۔[1] اسی قاعدہ کے تحت امام کے اختیارات پر بحث کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"وَمِنْهَا: أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُزَوِّجَ امْرَأَةً بِغَيْرِ كُفْءٍ، وَإِنْ رَضِيَتْ ; لِأَنَّ حَقَّ الْكَفَاءَةِ لِلْمُسْلِمِينَ، وَهُوَ كَالنَّائِبِ عَنْهُمْ، فَلَا يَقْدِرُ عَلَى إِسْقَاطِهِ"[2]

ترجمہ: انہی تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ حاکم وقت کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ کسی عورت کا نکاح غیر کفو میں کردے اگرچہ عورت راضی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ کفو کو ملحوظ رکھنا یہ مسلمانوں کا حق ہے

---

1 سیوطی، جلال الدین (911ھ)، **الاشباہ والنظائر**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، 121
Jalal-Uddin, Souti (911ah), *Al-Ashbah Wa-Al Nazair*, (Beruit: Dar-Al-Kutub Al- Ilmiah), 121

2 سیوطی جلال الدین، **الاشباہ والنظائر**، 121
Souti, Jala-Uddin, *Al-Ashbah Wa-Al Nazair*,121

اور حاکم وقت مسلمانوں کے نائب کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے کفو کو ساقط کرنا اس کے دائرہ اختیار میں نہ ہو گا۔

غرض یہ کہ حاکم وقت مباح امور میں پابندی لگانے میں مطلقاً آزاد نہیں ہے بالخصوص نکاح جیسے معاملات میں؛ بلکہ حاکم کی طرف سے اس نوعیت کا کوئی بھی تصرف مصلحت کے ساتھ مقید ہے اور مصلحت بھی وہ جس کے متعارض کوئی مفسدہ نہ پایا جارہا ہو اگر حاکم نے کسی ایسی مصلحت کو سامنے رکھ کر کوئی تصرف کیا جس کے متعارض کوئی مفسدہ بھی پایا جارہا تھا تو اس صورت میں حاکم کا تصرف درست نہ ہو گا کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ:

" دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ "[1]

ترجمہ: مصلحتوں کو حاصل کرنے کے مقابلے میں مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر اور مقدم ہو گا

علاوہ ازیں قاعدہ شرعیہ ہے:

" إِذَا تَعَارَضَ مَفْسَدَتَانِ رُوعِيَ أَعْظَمُهُمَا ضَرَرًا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا"[2]

ترجمہ: جب دو مفاسد باہم متعارض ہوں تو ان دونوں میں سے جس کا ضرر زیادہ ہو گا اس سے بچتے ہوئے اس کا ارتکاب کیا جائے گا جس میں ضرر کم ہو گا

کم عمری کی شادی میں جس ضرر کی نشان دہی کی جاتی ہے وہ لڑکی کی تعلیم اور صحت کے نقائص کے معاملات ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں معاشرے میں بے راہ روی کا ضرر ایسا ہے جو تعلیم اور صحت کے معاملات میں ضرر کے مفسدہ سے کہیں زیادہ ہے۔ نیز تعلیم و صحت کی مصلحت کے مقابلے میں معاشرے میں بے راہ روی اور شادی کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے ماورائے قانون اقدامات کے ارتکاب کا مفسدہ اس مصلحت پر کئی گنا زیادہ بھاری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ فقط مباح کی ممانعت کے جواز کو ہی نہ دیکھا جائے بلکہ اس سے متعلقہ دیگر قواعد شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کیا جائے تاکہ حقیقی فساد اور حقیقی مصلحت کا تعین کرنے میں آسانی ہو۔

سد الذرائع کے اصول سے استدلال کا جائزہ

صفحہ نمبر پانچ پر ہی عدالت نے سد الذرائع کے اسلامی اصول سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کوئی بھی ایسا قانون اور اصول جو معاشرے میں نقصان دہ نتائج کا باعث بن رہا ہو اس پر پابندی عائد کر کے معاشرے میں اس

[1] ابن نجیم، **الاشباہ والنظائر**، 77

Ibn-E Nujaim, *Al-Ashbah Wa-Al Nazair* ,77

[2] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، 76

Ibn-E Nujaim, *Al-Ashbah Wa-Al Nazair* ,76

قانون کے غلط استعمال کو روکنا ریاست کا فرض ہے اور کم عمری کی شادی پر پابندی اسی زمرے میں آتی ہے۔ اس حوالے سے عدالت نے طلاقِ ثلاثہ کی مثال دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین طلاق دے کر اسے ایک شمار کرنے کے حکم کا غلط استعمال کیا جارہا تھا جسے روکنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کو تین ہی شمار کرنے کا قانون نافذ کیا۔ عدالت نے اسے سد الذرائع پر عمل کی ایک عمدہ اور کامل مثال قرار دیا ہے۔[1]

معزز عدالت کا سد الذرائع کے اصول سے استدلال درست دکھائی نہیں دیتا۔ کم عمری کی شادی پر پابندی سے جو مفاسد سامنے آرہے ہیں ان کو روکنے کے لیے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی سد الذرائع کے اصول کے تحت سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کا نکاح قانوناً جائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ اس قانون کی وجہ سے لڑکیاں گھروں سے بھاگ کر شادیاں کر رہی ہیں جس سے ان کے والدین بھی اذیت ناک صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں اور بسا اوقات شدت جذبات کے تحت وہ غیرت کے نام پر قتل جیسے غلط قدم کے مرتکب بھی ہوجاتے ہیں۔ اگر معاشرے میں موجودہ صورت حال کا حقیقی ادراک کیا جائے تو یہ تسلیم کیے بنا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ اس وقت سد الذرائع کے قانون کے تحت کم عمری کی شادی کے اس قانون کو واپس لے کر اصل شرعی حکم بحال کرنا چاہیئے۔ اسی سے ہی موجودہ مفاسد کا سدباب کیا جاسکتا ہے۔ اس قانون کی مثال شراب اور جوئے کے متعلق نازل ہونے والی ابتدائی آیت کے مضمون کی طرح ہے کہ: اثمهما اكبر من نفعهما[2] یعنی اس قانون کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔

کم عمری کی شادی کو سماجی مسئلہ قرار دینے کے تصور کا جائزہ

جسٹس تنزیل الرحمٰن کے حوالے سے عدالت نے لکھا ہے کہ کم عمری کی شادی مذہبی مسئلہ کم اور سماجی مسئلہ زیادہ ہے۔ نیز یہ حکم تاکیدی نہیں بلکہ مباح درجے کا ہے اور مباح کو کسی مصلحت کے تحت مقتدرِ اعلیٰ یا قانون ساز ادارہ موقوف یا معطل کرسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ وہ اسے ناجائز تصور کرتا ہے بلکہ اس کا موقوف کرنا کسی معاشرتی مصلحت کی وجہ سے ہے۔[3]

معاشرتی مصالح کا لحاظ شریعت اسلامیہ میں ایک اہم اصولی پہلو ہے جس پر کثیر احکام کی بنیاد ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن کون سا پہلو معاشرتی مصلحت پر مبنی ہے اور کون سا پہلو ہے جس میں نسبتاً مصالح کم اور مفاسد زیادہ ہیں اس کا تعین دقتِ نظر کا متقاضی ہے۔ کم عمری کی شادی کے دو پہلو ہیں۔ اول نکاح کا جواز وعدم جواز اور دوسرا رخصتی ہے۔ کم عمری میں ولی کی طرف سے بچی کے نکاح کے جواز وعدم جواز کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے مذہب کے اصولوں سے جدا کرکے دیکھا ہی نہیں جاسکتا۔ قرآن وحدیث کی تصریحات اور فقہاء

---

[1] Shariat Petition No.10/I of 2020, Page: 5

[2] البقرۃ:2:219

Al- Baqarah, 2: 219

[3] Shariat Petition No.10/I Of 2020, Page: 5

کی تشریحات کے مطابق اس کے جواز میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے۔ رخصتی کا مسئلہ ایک ایسا پہلو ہے جسے سماجی تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے اگر ایک خاص عمر کا تعین مخصوص شرائط کے ساتھ کیا جائے تو یہ نہ تو خلافِ شریعت ہو گا اور نہ ہی خلافِ فطرت ہو گا۔ ابتدائی صفحات میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ فقہاء نے لڑکی کی رخصتی کو اس کی جسمانی صحت کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ اگر اس کی صحت ازدواجی معاملات کی اجازت دیتی ہو تو رخصتی درست ہو گی وگرنہ یہ رخصتی درست نہ ہو گی۔

مقاصد شریعت کے تحفظ سے عدالت کا استدلال اور اس کا تجزیہ

عدالت نے صفحہ نمبر 8 پر مقاصد شریعہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

1. ایک خوش گوار ازدواجی زندگی کے لیے جسمانی صلاحیت ہی نہیں بلکہ ذہنی قوت و نشوونما بھی ضروری ہے اور ذہنی بالیدگی کا حصول تعلیم کے ذریعے ممکن ہے۔ تعلیم نہ صرف فرد بلکہ آنے والی نسلوں کے تحفظ کے لیے بھی ضروری ہے۔
2. اسلام کے مقاصد نکاح میں سے ایک مقصد نسل انسانی کی افزائش و ترقی ہے جو حفظ النسل کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ حفظ العقل کے عنوان سے بھی ایک مقصد شرعی موجود ہے۔ حفظ العقل کے اس مقصدِ شرعی کی حفاظت لڑکی کے لیے بلکہ کسی بھی فرد کے لیے بغیر تعلیم کے ممکن نہیں ہے۔ معزز عدالت نے اس سے بین السطور یہی نتیجہ نکالا ہے کہ لڑکی کے لیے کم عمری کی شادی حفظ العقل اور حفظ النسل کے مقاصدِ شرعیہ کو پورا کرنے میں کم عمری کی شادی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

مذکورہ بالا دلائل کا فلسفہ اور فکر اپنی جگہ بجا لیکن ان میں مقاصد شریعہ کی ترتیب اور مدارج کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ علما نے مقاصد شریعہ میں تعارض اور ترجیح کی مکمل مباحث ذکر کر رکھی ہیں۔ مقاصد شریعہ میں سب سے پہلا درجہ حفظ دین کا ہے۔ حفظ نسل اور حفظ عقل کے مقاصد حفظ دین کے بعد آتے ہیں۔ علاوہ ازیں علمائے مقاصد نے مقاصد خمسہ کو تین بنیادی درجات میں تقسیم کیا ہے: ضروریات، حاجیات اور تحسینیات۔ ہر مقصدِ شرعی کا ضروری درجہ دوسرے مقاصد کے حاجی اور تحسینی درجے سے فائق ہو گا۔[1] علامہ آمدی علیہ الرحمۃ اسی تصور کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أَنْ يَكُونَ الْمَقْصُودُ مِنْ إِحْدَى الْعِلَّتَيْنِ مِنَ الْمَقَاصِدِ الضَّرُورِيَّةِ كَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ، وَالْمَقْصُودُ مِنَ الْعِلَّةِ الْأُخْرَى غَيْرَ ضَرُورِيٍّ، فَمَا مَقْصُودُهُ مِنَ الْحَاجَاتِ الضَّرُورِيَّةِ

[1] مقاصد شریعت میں تعارض اور تطبیق کی تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو دکتور بشیر مہدی لطیف الکبیسی کا مقالہ بعنوان: المقاصد الشرعیۃ و کیفیۃ التعامل معھا عند التعارض، (مجلہ کلیۃ الامام الاعظم، شمارہ نمبر:2، 2006ء)

أَوْلَى لِزِيَادَةِ مَصْلَحَتِهِ وَغَلَبَةِ الظَّنِّ بِهِ، وَلِهَذَا فَإِنَّهُ لَمْ تَخْلُ شَرِيعَةٌ عَنْ مُرَاعَاتِهِ، وَبُولِغَ فِي حِفْظِهِ بِشَرْعِ أَبْلَغَ الْعُقُوبَاتِ" [1]

ترجمہ: مزید یہ کہ قیاس کی دو علتوں میں سے ایک علت کا مقصود مقاصدِ شریعت میں سے وہ مقصد ہو جو ضروری مقاصد میں شامل ہے جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں جبکہ دوسری علت سے مقصود وہ مقصدِ شرعی ہو جو ضرورت کے درجے میں نہ ہو۔ لہٰذا جس کا مقصود ضروری حاجات میں سے کوئی حاجت ہو گی وہ زیادہ قابلِ عمل ٹھہرے گی کیونکہ اس میں مصلحت زیادہ ہے اور اس پر گمان بھی غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی شریعت ایسے درجے کے مقصدِ شرعی کی رعایت سے خالی نہیں رہی اور اس کی حفاظت کے لیے سخت ترین سزائیں بھی نافذ کی گئی ہیں۔

مقاصدِ شریعت میں ضرورت کے درجہ میں بھی ایک ترتیب ہے جس میں دین کی ضرورت اور مصلحت کو مقدم رکھا گیا ہے جبکہ دیگر مقاصدِ شریعت کے ضروری درجہ کو دین کی ضرورت اور مصلحت سے مؤخر رکھا گیا ہے۔ ابن التلمسانی لکھتے ہیں:

"والضروريُّ على مراتبَ: أَوَّلُها وأَوْلاهَا مصلَحَةُ حفظِ الدِّينِ--- و مصلحة حفظ النفس--- و مصلحة حفظ الانساب --- و مصلحة حفظ الاعراض ---و مصلحة حفظ العقول --- ومصلحة حفظ الاموال--- وهذه المصالحُ مما يُعْلَمُ التفاتُ الشَّرْعِ إليها قَطْعًا في كل شريعةٍ، وأَهَمها الدِّينُ؛ وما سواه وسيلةٌ إليه، وأدناها المالُ" [2]

ترجمہ: مقاصدِ شریعت کے ضروری درجہ کے چند مراتب ہیں ان میں اولین اور زیادہ قابلِ عمل حفظِ دین کی مصلحت ہے--- پھر حفظِ نفس کی مصلحت--- پھر حفظِ انساب کی مصلحت ہے--- پھر حفظِ آبرو کی مصلحت ہے--- پھر حفظِ عقول کی مصلحت کا درجہ ہے--- پھر حفظِ اموال کی مصلحت کا درجہ آتا ہے۔ یہ ایسے مصالح ہیں جن کی طرف شریعت کے خصوصی التفات کو ہر شریعت میں قطعی

---

[1] آمدی، علی بن محمد، **الاحکام فی اصول الاحکام**، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1431ھ)، 4:274

Ãmdi, Ali Bin Muhammad, *Al- Ihkam Fi Usool-Al-Ahkam* ,(Beruit: Al Maktab Al Islami ,1431 Ah) , 4: 274

[2] ابن التلمسانی، عبد اللہ بن محمد، **شرح المعالم فی اصول الفقہ**، (بیروت: عالم الکتب، 1419ھ)، 2:338

Ibn-Al –Tilmisani Abdullah Bin Muhammad، *Sharah Al Mâlim Fi Usool Al-Fiqh* ,(Beruit: Alam- Al-Kutub,1419 Ah) ,2: 338

طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ان مصالح میں سے اہم ترین درجہ دین کا ہے اس کے علاوہ جو بھی ہیں وہ مصلحت دین کے حصول کا وسیلہ ہیں اور ان میں سے سب سے ادنیٰ درجہ مال کا ہے۔

اگر ایک شرعاً عاقل بالغ لڑکی کو نکاح کرنے سے صرف اس لیے روک دیا جائے کہ وہ بچوں کی تربیت احسن انداز میں نہیں کرپائے گی تو اس کے لیے اپنی خواہشات کو کنٹرول کرنا ایک حد تک ممکن ہو گا جس کے بعد عین ممکن ہے کہ وہ کسی ناجائز طریقے سے اپنی شہوت کی تسکین چاہے گی اور یہ چیز نہ صرف اس کے حفظ دین کے مقصد کو ضائع کرنے کے زمرے میں آئے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ مقاصدِ شریعت جن کی وجہ سے زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ بھی فوت ہو جائیں گے۔ زنا کی حرمت سے جن اہم مقاصدِ شرع کا تحفظ مقصود ہے ان میں اولین حفظِ دین ہے اور اس کے بعد حفظِ نسب کا مقصد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سولہ سال سے کم عمر بالغ لڑکی کو اس کی خواہشاتِ نفسانیہ کے جوش کے باوجود تعلیمی مراحل کی وجہ سے نکاح کی قانوناً اجازت نہ دینا صرف ایک مقصدِ شرعی یعنی حفظِ عقل کا تحفظ کر رہا ہے جبکہ اس ایک مقصد کے تحفظ سے دوسری طرف ایک سے زائد مقاصدِ شرعیہ فوت ہو رہے ہیں۔ یہ صورت حال ایسی ہے جس میں اس جانب کی رعایت ضروری ہے جس میں زیادہ مقاصدِ شریعت کا تحفظ ہو رہا ہو۔ اس لیے مخصوص حالات میں سولہ سال سے کم عمر بالغ لڑکی کو نکاح کی اجازت دینا ہی مقاصدِ شریعت کے تحفظ کے فلسفہ کے عین مطابق ہے۔

نتائج بحث

وفاقی شرعی عدالت کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنھا سے عدالت کا استدلال تضاد پر مبنی ہے۔ خود عدالت نے اس حدیث سے جو دو اصول اخذ کیے ہیں وہ خود عدالت کے اپنے فیصلے کی نفی کرتے ہیں۔
2. کم عمری کے نکاح کو عدالت کا رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں شمار کرنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ کسی بھی امر کو خصائصِ نبویہ میں شمار کرنے کے لیے جس معیار کی دلیل اور صراحت ضروری ہے ایسی دلیل نہ تو قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے کسی قول سے یہ چیز ثابت ہے۔ نیز یہ کہ عدالت نے کم عمری کے نکاح کو خصائص نبوی میں شمار کرتے ہوئے معارف القرآن کی جس جلد اور صفحے کا حوالہ دیا ہے اس مقام کی طرف مراجعت سے معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایسی کوئی صراحت مفتی شفیع عثمانی صاحب کی طرف سے مذکور نہیں ہے۔
3. معزز عدالت نے خیار بلوغ کے جس اصول سے استدلال کر کے سولہ سال کی عمر کو اس کے لیے موزوں قرار دیا ہے اس میں بھی سقم پایا جاتا ہے۔ یہ اصول حنفی مکتب فکر میں ہی مذکور ہے دیگر فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس لیے ہونا یہ چاہیے کہ جس فقہی مکتبِ فکر کے اصول کو لے کر استدلال کیا جا رہا ہے اس مکتبِ

فکر کے ضابطے کی ہی پیروی کی جانی چاہیے۔ ایک طرف معزز عدالت یہ قرار دے رہی ہے کہ کم عمری میں کیا گیا نکاح سرے سے منعقد ہی نہ ہو گا اور دوسری طرف یہ کہہ رہی ہے کہ کم عمری میں کیے گئے نکاح کو قبول یا رد کرنے کے لیے سولہ سال کی عمر موزوں ترین عمر ہے۔ یہ اندازِ استدلال بھی اپنے اندر تضاد رکھتا ہے۔

4. مباح کام سے ممانعت کے اصول سے استدلال کرتے ہوئے عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ کم عمری میں شادی کرنا ایک مباح امر ہے اور معاشرے کی بہتری کے لیے ریاست کسی بھی مباح کام پر پابندی عائد کر سکتی ہے۔ اس کے لیے عدالت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل کتاب سے نکاح پر پابندی والے حکم سے استدلال کیا ہے۔ اس حکم کا مقصود آنے والی نسلوں کے دین کا تحفظ تھا۔ معزز عدالت کا اس سے استدلال بھی اپنے اندر وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ مباح سے ممانعت اس وقت کی جاتی ہے جب اس کا فائدہ اس سے ہونے والے ضرر پر غالب ہو۔۔ اہل کتاب سے نکاح ایک ایسا امر تھا جس کا فائدہ اس قدر نہیں تھا جس قدر اس کا مفسدہ غالب تھا۔ جبکہ جسمانی طور پر ایک بالغ لڑکی جو سولہ سال سے کم عمر ہو اس کے نکاح پر پابندی اسے اپنی نفسانی خواہشات غیر شرعی طریقوں سے پوری کرنے کی طرف لے جا سکتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں بے راہ روی کو مزید پنپنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس پابندی کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے اس لیے اسے اہل کتاب سے نکاح کی ممانعت کے فاروقی فیصلے پر قیاس کرنا درست نہ ہو گا۔

5. قاعدہ شرعیہ: " **تصرف الامام على الرعية منوط بالمصلحة**" سے استدلال بھی ضعف سے خالی نہیں ہے۔ حاکم وقت کا عوام پر تصرف مطلقاً نہیں ہے بلکہ ایسی مصلحت سے مقید ہے جس کی منفعت اس کی مضرت پر غالب ہو۔ کم عمری کی شادی سے ممانعت کا تصرف تعلیم اور صحت جیسے مصالح پر قائم کیا گیا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں جو مضرت پائی جاتی ہے وہ ان مصالح کے حصول سے کہیں زیادہ ہے۔ معاشرے میں بے راہ روی کا عام ہونا اور چودہ، پندرہ سال تک کی عمر کی بچیوں کا ناجائز تعلقات کی بھینٹ چڑھنا ایسی مضرت اپنے اندر رکھتے ہیں جو تعلیم اور صحت کے مصالح پر بھاری ہیں اور اصول یہی ہے کہ حاکم کا وہی اقدام مبنی بر مصلحت سمجھ کر جائز قرار دیا جائے گا جس میں کوئی مضرت نہ پائی جاتی ہو۔

6. سد الذرائع کے اصول سے بھی عدالت نے استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بھی سقم سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ سد الذرائع کا اصول وہاں لاگو کیا جاتا ہے جہاں برائی اور مفسدہ پھیلنے کا خدشہ غالب ہو جبکہ ایک جسمانی طور پر بالغ لڑکی کو اس کی جائز جسمانی خواہشات پورا کرنے کے لیے نکاح جیسے جائز امر کی اجازت دینا اپنے اندر کوئی ایسا مفسدہ نہیں رکھتا جس کو روکنے کے لیے سد الذرائع کے اصول کی مدد لینی پڑے۔

7. کم عمری کے نکاح کو مذہبی مسئلہ کی بجائے سماجی مسئلہ قرار دینا بھی ایک غلط فہمی کا شاخسانہ ہے۔ نکاح چاہے کسی بھی عمر کا ہو اسے مذہب سے خارج ہی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ رخصتی کو ایک سماجی مسئلہ قرار دیا جا سکتا ہے اور رخصتی تب کرائی جائے اگر لڑکی کی جسمانی صحت اس بات کی اجازت دیتی ہو۔ فقہاء نے بھی جسمانی صحت کمزور ہونے کی وجہ سے لڑکی کی رخصتی کو مؤخر کرنے کی اجازت دی ہے۔

8. مقاصد شریعت کے تحفظ کو بنیاد بنا کر معزز عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ کم عمری کی شادی حفظِ عقل اور حفظِ نسب کے مقصدِ شرعی کے خلاف ہے۔ اس استدلال میں عدالت نے مقاصدِ شریعت کی ترتیب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ جسمانی طور پر بالغ لڑکی کو اپنی خواہشات پوری کرنے کے لیے شریعت کا نکاح کی اجازت فراہم کرنا حفظِ دین اور حفظِ نسب کے مقصدِ شرعی کو پورا کرنے کے تحت ہے۔ کیونکہ نکاح کی اجازت نہ ملنے پر اگر اس لڑکی نے زنا کا رستہ اختیار کیا تو یہ چیز نہ صرف مقصدِ دین کو ضائع کر دے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حفظِ نسب کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔ زنا اور مقدماتِ زنا ایسے امور ہیں جن سے فوت ہونے والے مقاصدِ شریعت ان مقاصدِ شریعت سے کہیں زیادہ مقدم ہیں جن پر عدالت نے اپنے فیصلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ مقاصدِ شریعت میں تعارض کے وقت اس مقصدِ شرعی کو ترجیح دی جائے گی جس میں قوت زیادہ ہو اور زیرِ بحث مسئلہ میں حفظِ دین کا مقصد ضرورت کے درجہ میں ہے جبکہ عدالت کے بیان کردہ مقاصد حاجت کے درجہ میں ہیں اور اصول یہی ہے کہ ایسی حالت میں جو مقصدِ شرعی ضرورت کے درجہ میں ہو گا اسے مقدم رکھا جائے گا۔ کم عمری کے نکاح کی اجازت بھی ایک ایسا امر ہے جس میں مقصدِ شرعی ضرورت کے درجہ میں ہے اس لیے اسے ہی فوقیت دی جائے گی۔

سفارشات و تجاویز

1. کم عمری کی شادی کے اسباب پر تحقیق ہونی چاہیے کہ وہ کون سے ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے والدین سولہ سال سے پہلے اپنی بیٹیوں کی شادی کر دیتے ہیں۔
2. اس تحقیق کے نتیجے میں سامنے آنے والی وجوہات کو پیش نظر رکھ کر قانون میں لچک پیدا کی جائے اور ان وجوہات کا تعین کیا جائے جن میں والدین اپنی بیٹی کی کم عمری میں شادی کا فیصلہ کرنے میں درست ہوں۔
3. سولہ سال سے کم عمر لڑکی کی شادی پر مطلقاً پابندی لگانے کی بجائے ہر کیس کو الگ سے ڈیل کیا جائے۔ ایک میڈیکل بورڈ تحصیل سطح پر تشکیل دیا جائے جو لڑکی کی صحت کو ملحوظ رکھ کر شادی کی اجازت دینے یا نہ دینے کا سرٹیفکیٹ جاری کرے۔ اس سارے عمل کی شفافیت اور کسی بھی قسم کے غلط استعمال سے بچاؤ کو بھی ہر ممکن حد تک یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ جس لڑکی کی صحت شادی جیسے تعلق کے

لیے موزوں نہ ہو اس کو نکاح کی اجازت نہ دی جائے۔ خود عدالت نے مختلف اسلامی ممالک میں اس قانون کے نافذ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ایک جائز شرعی عمل کو متنازعہ بنانے کی بجائے ایسے اقدامات کیے جائیں جن کے ذریعے اس عمل کے فوائد بھی حاصل ہوں اور اگر کوئی مفسدہ اس میں پایا جاتا ہے تو اس کا بھی تدارک کیا جاسکے۔

4. نکاح پر پابندی کی بجائے رخصتی پر پابندی کا قانون بنایا جائے اور سولہ سال سے کم عمر لڑکی کی رخصتی پر پابندی عائد کر دی جائے۔ اس طرح یہ مسئلہ تمام شکوک و شبہات سے پاک ہو کر غیر متنازعہ ہو جائے گا کیونکہ فقہاء نے بھی لڑکی کی صحت کو ملحوظ رکھ کر رخصتی کی اجازت نہ دینے کا ذکر کیا ہے۔

5. کم عمری کی شادی میں صحت کے مسائل سے بچنے کا یہ حل ممکن ہے کہ صحت کے قابل برداشت نہ ہونے کی صورت میں اگر زوجین باہمی مشاورت اور رضامندی سے موانع حمل کے اقدامات کریں تو یہ بھی ان کے لیے جائز ہو گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ تسکینِ شہوت کے جائز شرعی ذریعہ کو پابندیوں کا شکار بنانے کی بجائے متبادل ایسے اقدامات پر غور کیا جائے جس سے وہ مقاصد بھی حاصل ہو جائیں جن کی وجہ سے کم عمری کی شادی کو ممنوع قرار دیا جارہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بے راہ روی کا دروازہ بھی حتی الامکان بند ہو جائے۔